Al-Qawārīr - Vol: 07, Issue: 01,
Oct – Dec 2025

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

قرآنی متون کی فیمینسٹ تعبیر: مذہبی احکام کا ایک فکری و تنقیدی مطالعہ

Feminine Interpretation of Islamic Texts: A Critical and intellectual Study of Religious Rulings

Jumsheda Ghulam Hussain
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Govt. Sadiq College Women University BWP, Punjab, Pakistan.
Dr Farzana Iqbal
Assistant professor, Department of Islamic Studies,
Govt.Sadiq College Women University BWP, Punjab, Pakistan.

ABSTRACT

The topic "Feminine Interpretation of Islamic Texts: A Critical and intellectual Study of Religious Rulings" explores the envolving discourse surrounding gender, interpretation and authority within Islamic thought. This study critically examines how female scholars, thinkers, and reformists have engaged with foundational Islamic sources-the Quran, Hadith, and classical jurisprudence-to re-evaluate traditional understanding of religious rulings related to women. It highlights the hermeneutical methods employed in feminist readings of Islamic texts. The philosophical and theological foundations of these interpretations, and their implications for contemporary Muslim socities. The research also investigates the tention between traditionalist and reformist approaches, emphasizing how contextual and linguistic analyses can lead to more inclusive and interpretations of shariah. By adopting an analytical and comparative framework, this study aims to demonstrate that the feminine interpretation of Islamic texts is not a deviation orthodoxy but an intellectual effort to rediscover the ethical,spiritual,and justice-oriented essence of Islam in light of women's live experiences.

Keywords: *Feminist Hermeneutics, Islamic Texts, Gender and Shariah, Women in Islam, Critical Interpretation.*

تمہید

فیمینزم سے متعلق گزشتہ تین دہائیوں میں ایک نئے رجحان نے مقبولیت حاصل کی ہے۔ جس کا تعلق اسلامی نصوص کی تعبیرات سے ہے۔ فیمینسٹس نے اپنے مطالعات سے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کے مقدس متون قرآن مجید کی جو تفسیریں مسلمانوں کے زیر مطالعہ رہیں وہ پدر سری نقطہ نظر پر مبنی ہیں۔ فیمینسٹ عورتیں ساری متفق ہیں کہ قرآن

مجید ہمیں بہت ہے دیگر متون چونکہ آزاد مطالعے کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور ان سے ج چھٹکارہ حاصل کیا جائے۔ مسلم معاشرے سے مثالیں دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے احادیث منسوب کر کے عورتوں کو ان کی بنیادی حقوق سے قانونی طور پر محروم کر دیتے ہیں۔ فیمینسٹ خواتین نے قرآن مجید کی تفاسیر لکھ کر اپنا الگ ہی موقف پیش کیا ہے۔ اسلامی احکام کی خود بخود تاویلیں کر کے ان فیمینسٹس نے اپنی تحریروں میں ان احکام سے گریز کا راستہ اپنی طرف سے قرآن مجید سے اخذ کیا ہے جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرے پر اس کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ **امینہ ودود** نے اپنی کتاب **Quran and women** میں جہاں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی کا دعوی کیا ہے وہاں پر اس نے نماز کی امامت اور خطبہ جمعہ اور نماز بھی انگریزی میں پڑھائی ہے۔ اس کے پیچھے نہ صرف عورتوں نے بلکہ مردوں میں بے نماز پڑھی، اور دوران نماز لی گئی تصاویر کے مطابق عورتوں نے شرم وحیاء سے عاری غیر اسلامی لباس پہنے ہوئے تھے۔ امینہ ودود کا فلسفہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی بھی تفسیر حتمی نہیں ہے ان کا کہنا ہے کہ قرآن کے متن نے نہیں بلکہ اس کی تفاسیر نے عورت کے کردار کو محدود بنا کر رکھ دیا ہے یہ تفاسیر قران کی اصل متن سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں یہ تمام تفاسیر مردوں کے لیے لکھی گئی ہیں اس میں عورت کو ایک بے آواز مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ **اسراء نعمانی** اپنی کتاب **women and Islam** فیمینزم کے نقطہ سے اسلام کی غلط تشریحات پیش کرتی ہیں یہ خاتون جو کہ خود اپنے اسلام کا اظہار کرتی ہیں۔ اور ان کے اسلامی افکار کا یہ عالم ہے کہ اعلانیہ طور پر اگر کوئی مرد غیر محرم عورت سے گلے ملتا ہے تو کوئی حرج نہیں، غیر محرم سے گلے ملنا بھائی سے معانقہ کرنے کے برابر ہے۔ انتہائی ضروری ہے کہ اس جدید استدلال کو قرآن کریم کی الہامی آیات کی روشنی میں پرکھ کر مسلم معاشروں کو فکر و عمل کی مضبوط بنیاد فراہم کی جائیں۔ لہذا موضوع عصرِ حاضر کے حوالے سے اس لیے بھی اہم ہے کیونکہ اس موضوع کا مطالعہ کرنے سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں جدید فکری ذہن رکھنے والے اسلامی تعلیمات کو جدیدیت سے ہم آہنگ کرنے میں کس حد تک مصروف عمل ہیں۔

مذہبی پیشوائیت

حقوق نسواں کے علمبرداروں کی ہمیشہ سے یہی جدوجہد رہی ہے کہ وہ مسلمان عورتوں کو قرآن مجید سے تعلق توڑنے پر مجبور کر دیں تا کہ وہ قرآن سے دور رہیں۔ مسلمان عورتوں کو قرآن سمجھنے کی اجازت نہ دو اور نہ ہی انہیں قرآن پر عمل کرنے کی اجازت دو انہیں جدیدیت کو اختیار کرنا انہیں مغربی افکار کو تسلیم کرنا، انہیں مغربی معاشروں کے ساتھ جڑنا ہے۔ علاوہ ازیں جدید افکار کی متحمل خواتین مذہبی پیشوائیت حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف عمل ہیں اور بہت سے ایسے عوامر و عوامل

اس کی طرف نشاندی کرتے ہیں کہ کس طرح جدید نسائی فکار کی حامل خواتین اپنے نظریات کو پھیلا رہی ہیں جن میں قرآن کریم کی بہت سی آیات کی غلط تشریحات بیان کرنا امامت نماز وغیرہ شامل ہیں۔

حافظ حسن مدنی لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر امینہ ودود نے جہاں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی کا دعوی کیا ہے وہاں پر اس نے نماز کی امامت اور خطبہ جمعہ، نماز بھی انگریزی میں پڑھائی جبکہ اس کے پیچھے نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں نے بھی نماز پڑھی عورتوں اور مردوں کی مخلوط صف بندی کی گئی گویا نماز میں عورتیں اور مرد شانہ بشانا کھڑے ہوئے دوران نماز لی گئی تصاویر کے مطابق عورتوں نے شرم وحیا سے عاری غیر اسلامی لباس پہنے ہوئی تھیں دوران نماز عورتوں کے لیے سر ڈھانپنا ضروری ہے لیکن برہنہ سر پڑھے جانے والی یہ نماز تو رب کریم کے احکامات کے کھلے استہزا کا منظر پیش کر رہی تھی اسلام خواتین کو مردوں کی موجودگی میں حجاب اور چہرہ ڈھانپنے کی تلقین کرتا ہے لیکن اس کی پابندی کی بھی توفیق نا مقتدیوں کو ہوئی اور نہ ہی امامہ صاحبہ کو دوران خطاب ڈاکٹر امینہ نے قرآن مجید کی تفسیر کو اپنے پاؤں میں رکھا گویا بظاہر نماز ایسی اسلام کی عبادت کی ادائیگی اپنی تفصیلات کے اعتبار سے سر تا پاہ اسلامی احکامات سے انحراف اور ان کے مذاق اڑانے کے لیے مخصوص تھی"۔ [1]

ڈاکٹر امینہ ودود کے خیالات کا جائزہ لینے کے لیے ہم نے اس کی انگریزی کتاب قرآن اور عورت ایک خاتون کے نقطہ نظر سے از سر نو مطالعہ کا سرسری جائزہ لیا ہے اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

> *"Fourteen centuries of Islamic thought have produced a legacy of interpretive reading of the Quran written almost entirely by men,Now with Quran and women, Amina Wadud provides a first interpretive readings by a women, A reading which validates the femaleےے voice in the Quran and brings it out of the shadows Muslim Progressive have long argued that it is not religionbut patriarchal interpretation and implementation of the Quran that have kept women oppressed. For many,the way to reform is the re-examination and re- interpretation of religious texts,."* [2]

> "اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں قرآن کی تفاسیر خالصتا مردوں کی قلم سے معرض وجود میں آتی رہی ہیں، یہی ان کے دوسری قوموں سے پیچھے رہ جانے کا سبب ہے۔ امینہ ودود پہلی عورت ہے جنہوں نے قرآن کا نئے سرے سے مطالعہ کیا، اور قرآن سے اٹھنے والی نسوانی آواز کو شکوک کے دھند لکوں سے آزاد کیا ہے۔ ترقی پسند مسلمان عرصہ دراز سے یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی رائج تفاسیر اصل دین اسلام

> کو نہیں بلکہ ایک خاص نقطہ نظر کو قرآن کے مفہوم کے طور پر پیش کر رہی ہیں، جن کی وجہ سے عورتوں کے حقوق غضب ہو رہے ہیں۔ اس کی اصلاح اس صورت میں ممکن ہے کہ جب اسلامی مقدس ماخذ کی تعبیر نو کی جائے۔"

امینہ ودود کا دعویٰ ہے کہ موجودہ تفاسیر نے عورت کے مقام کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ وہ تمام تر تفسیری ذخیرے کو اسلام کے خلاف متعصبانہ قرار دیتی ہے۔ ان تفاسیر میں انصاف کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کی کوئی بھی تفسیر حتمی نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کے متن نے نہیں بلکہ اس کی تفاسیر نے عورت کے کردار کو محدود بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور یہ تفاسیر قرآن کے اصل متن سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ جبکہ یہ تمام تفاسیر مردوں کی لکھی گئی ہیں، اور اس میں غلط طور پر عورت کو ایک بے آواز مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر نے جدید دور کی عورت کے لیے قرآن کو زیادہ با معنی بنا دیا ہے کہ قرآن کی تفسیر معاشرتی تبدیلیوں کو پیش نظر رکھ کر ہونی چاہیے۔ اس کا دعوی ہے کہ اس نے قرآن کی اصل مطالب تک رسائی کے لیے قرآن کے متن، عربی لغت اور گرائمر کے اصولوں اور قرآن کی عمومی ہدایت کو پیش نظر رکھا ہے۔

پاکستان کے پہلے وزیر خزانہ غلام محمد نے 6 دسمبر 1949ء کو کراچی میں ہونے والی بین الاقوامی اقتصادی کانفرنس میں اپنے لیکچر کے دوران عورتوں کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

> "اسلامی ممالک کو چاہیے کہ اپنی تمام تحریکوں عورتوں کو صف اول میں جگہ دیں۔ ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ برتیں۔ ان کے بغیر معاشی ترقی نا ممکن تو نہیں پر مشکل ضرور ہے۔ میں کہے بغیر نہیں رہے سکتا کہ جہالت اور تحکمانہ ملائیت نے مسلمان عورتوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اب ہم نے ان کو اقتصادی بندھنوں نے آزاد کرنا ہے۔"[3]

حقوق نسواں کی تعبیر نو کی کوشش کرنے والے مذہب، ضابطہ حیات، الہامی ہدایت نہیں، بطور پیشوائیت پیش کرتے ہیں۔ ان متجددین کے نزدیک شریعت سے وابستہ سارے آداب قید خانہ ہیں۔ یہ جب بھی اسلام یا مذہب کا نام لیں گے تو ان کا ذہن مذہبی پیشوائیت کی طرف جائے گا۔ کیونکہ، یہ اسلام سے مراد حقیقی اسلام نہیں لیتے۔ ان کا نقطہ نظر مغربی ہے اور یہ اسی نظر سے اسلام کو دیکھتے ہیں۔

ظاہر پرستی

جدید نسائی افکار کی حامل خواتین کا امت مسلمہ کے علماء پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ علماء ظاہر پرست ہیں۔ اسلام کے حقیقی مفہوم اور مقاصد سے صرف نظر کر کے ظاہری اور لفظی مفہوم سے استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ نسائی افکار کے حامل افراد و خواتین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر ہم خواتین سے متعلق قرآن مجید کے نقطہ نظر کو پوری طرح صحیح معنوں میں سمجھ لیں تو عورتوں کے مقام میں اضافے کے لیے ایک تحریک انگیز قوت بن سکتا ہے۔

اس سلسلے میں حیفا جواد لکھتی ہیں:

> " قران کریم کے تمام مقامات اپنے نزول کے اعتبار سے وقت اور تاریخ کا خصوصی حوالہ رکھتے ہیں۔ اور بعض خصوصی اور کچھ عمومی حالات میں نازل ہوئے ہیں۔ اس بنا پر جو منہج اختیار کیا گیا ہے وہ حالات کی رعایت کے لیے کیا گیا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیے تاکہ قاری ان اصالیب بیان کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھے جو اس وقت کے مطابق ہے۔"[4]

فیمینسٹس حضرات کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ مسلمان علماء ظاہر پرست ہیں۔ اسلام کے حقیقی مفہوم اور مقاصد سے صرف نظر کر کے ظاہری اور لفظی مفہوم سے استدلال کرتے ہیں۔

According to Amina Wadud:

> *“All traditional interpretations, whether modern or ancient, are written by men, so women's experiences have either been ignored or understood in a masculine perspective. Some interpretations criticize Islam and the Quran on the basis of the weak position of women in Muslim societies. Some interpretations, which she calls holistic interpretations, refer to those that consider women's issues in modern social, moral, economic and societal issues.”*[5]
>
> " تمام روایتی تفاسیر ان کا تعلق زمانہ جدید سے ہو یا قدیم سے مردوں نے لکھی ہی۔ل لہذا نسوانی تجربات کو یا تو نظر انداز کیا گیا ہے یا اسے مردانہ تناظر میں سمجھا گیا ہے۔ کچھ تفاسیر میں مسلمان معاشروں میں عورت کی کمزور حیثیت کو بنیاد بنا کر اسلام اور قرآن پر تنقید کی گئی ہے۔ کچھ تفاسیر جن کو وہ مکمل (Holistic) تفسیر کہتی ہیں، سے مراد جو جدید سماجی، اخلاقی، معاشی اور سماجی مسائل میں خواتین کے معاملات کو پیش نظر رکھتی ہیں۔"

امینہ ودود نے اپنی کتاب (Quran and Woman) میں مسلمانوں کے اس منفی رویے کے خلاف دلائل دیے ہیں جو انہوں نے عورتوں کے بارے میں روا رکھے ہیں۔ اور جس نے ان کے دعوے کے مطابق عورتوں کے مقام کے حوالے سے قرآنی تفسیر کو متاثر کیا وہ کہتی ہیں:

"اگرچہ مرد اور عورت میں فرق ہے مگر اس کی حیثیت لازم کی نہیں ہے"[6]

ان کا اصرار ہے کہ قرآن کی رو سے انسان مختلف طرح کے سماجی ماحول میں رہتا ہے جن کے اپنے امتیازات ہیں۔ یہ سماجی ماحول جس طرح ترتیب پاتے ہیں ان میں یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ مرد موروثی طور پر عورت سے برتر ہے۔ مثال کے مطابق قرآن کے مطابق عورت کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ وہ بچے پیدا کرتی ہے اب اس بنیاد سے یہ غلط نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ عورت کو تو صرف ماں ہی ہونا چاہیے۔ امینہ کا اصرار ہے کہ قرآن جب یہ بات کہتا ہے تو اس کی مراد وہ نہیں ہے جو بیان کی جارہی ہے۔ قرآن سے ایسا مطلب نکالنا ظاہریت پرستی ہے۔ قرآن دراصل اس بات کی اہمیت کو نمایاں کررہا ہے کہ بچے پیدا کرنے کا عمل ایسا ہے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔[7]

امینہ کے نزدیک عورت کا یہ کردار اس وجہ سے بنیادی قرار پائے گا کہ اس پر نسل انسانی کی بقا کا ان پر نسل انسانی کی بقا کا انحصار ہے۔ گویا وہ شخص غلط فہمی کا شکار ہے جو اس سے یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ یہ صلاحیت صرف عورتوں میں پائی جاتی ہے اس لیے وہ ماں کا ہی کردار ادا کریں۔ جبکہ مردوں کے لیے ایسا کوئی کردار نہیں ہے۔ جو ان کی جنس کے لیے ان کی اہلیت کی بنا پر خاص کر دیا گیا ہو تو عورت کو بھی ایک کردار سے خاص کرنا روایتی مفسرین کی غلط فہمی ہے۔

مزید برآں کہتی ہیں:

> *“That men have been endowed with certain special qualities, such as the office of prophethood, but this special office is not exclusive to masculinity alone, but revelation has also come to women, such as Mary, the mother of Moses. This does not mean that some universal and special law has been made for men under which only they can become prophets, not women”*[8].
>
> "کہ مردوں کو بعض خصوصی صفات سے نوازا گیا ہے۔ جیسے رسالت کا منصب، لیکن یہ خصوصی منصب صرف مردانگی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عورتوں کی طرف بھی وحی آئی ہے جیسے حضرت مریم حضرت موسی کی والدہ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مردوں کے لیے کوئی ایسا آفاقی اور خصوصی قانون بنا دیا گیا ہے جس کے تحت صرف وہی رسول بن سکتے ہیں، عورتیں نہیں۔"

مذہب کے نام پر قدامت پسندی

جدید نسائی افکار کی حامل خواتین کا یہ کہنا ہے کہ اسلامی معاشروں کا مذہبی طبقہ عورت کی تصویر کرتے ہوئے عورت کو قرون وسطی کی عورت شمار کرتا ہے۔ آج کی جدید عورت کے مسائل کا حل مولویوں کے پاس نہیں ہے۔ یہ اکیسویں صدی کا زمانہ ہے۔ ہمیں آج کے چیلنجز در پیش ہیں۔ جدید عورت کو آج اپنا کردار منوانا ہے۔ جب تک وہ اپنی فطری اور بنیادی کردار کے دائرے میں قید کی جاتی رہے گی ترقی کے منازل طے نہیں کر پائے گی۔ عورتوں پر ہی ظلم وستم کیوں؟ امین احسن اصلاحی کے بقول:

> " یہ بالکل بے تکے پن سے ہر معاملے میں قدیم زمانہ سے جواز تلاش کرنے کا رجحان صرف احمقانہ ہی نہیں بلکہ خطرناک بھی ہے۔ اس کا نتیجہ سماجی جمود اور ذہنی پستی ہو گا۔"[9]

فیمینسٹس کا خیال ہے کہ مذہبی علماء کا طبقہ آج بھی عورت کو 1400 سو سال پچھلے معاشرے کی طرف دھکیلتا ہے۔ عورت کے لیے جدت کے دروازے کیوں بند ہیں۔

توحید کا اصول:

امینہ ودود نے توحید کا تصور وسیع اور جامع اصول کے طور پر پیش کیا ہے وہ توحید کو اللہ تعالی کی وحدانیت کے عقیدے کے ساتھ انسانی مساوات، عدل، اور سماجی انصاف کے اصول کے طور پر بیان کرتی ہیں۔ ان کے نزدیک توحید کا مطلب اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا ہے۔ اللہ تمام مخلوقات کا خالق ومالک ہے۔ دنیا کے تمام انسان اللہ کے بندے ہیں اور ان میں کسی قسم کی جنس نسل یا طبقے کی بنیاد پر تفریق نہیں کی جاسکتی۔ عقیدہ توحید تمام انسانوں کی برابری پر زور دیتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی خالق یعنی اللہ تعالی کے تحت برابر ہیں۔

اللہ تعالی کی حاکمیت کے سامنے سب انسان برابر ہیں۔ لہذا خواتین اور مردوں کے درمیان مساوی حقوق کا مطالبہ بھی توحید کے جامع تصور کا حصہ ہے۔ وہ اس اصول کی روشنی میں قرآنی آیات کی ایسی تشریح پیش کرتی ہیں جو عورتوں کے حقوق اور سماجی مساوات کو فروغ دے۔ یہ نقطہ نظر ان کے نسائی تفسیری منہج کی بنیاد ہے وہ قرآن کی کلیدی اصطلاحات کو ایک دوسرے سے الگ سمجھنے سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ کیونکہ اس طرح ان کے معنی کو کلی طور پر نہیں سمجھا جاسکتا۔ وہ کہتی ہیں کہ چونکہ عربی زبان میں مذکر اور مؤنث کے مطابق درجہ بندی ہے۔ لیکن یہ چیز تشریحی اور معنی کو درست طور پر سمجھنے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ روایتی تفاسیر میں قرآن کا جزوی فہم زیادہ تر پایا جاتا ہے کیونکہ وہاں بیشتر مفسر مرد ہیں قرآن کی وحدت کا تصور یہ تقاضا کرتا ہے کہ قرآنی آیات آپس میں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں اس لیے انہیں الگ الگ نہیں پڑھا جانا چاہیے۔ دوسری بات یہ

کہ جنس کی تفریق سے بلاتر ہو کر قرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اللہ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ یعنی اخلاق کے نمائندہ بنا کر بھیجا۔ یہ چیز بھی انسانی وقار کے تصور کو بنیاد فراہم کرتی ہے۔ انسانوں کے جوڑے بنا کر انہیں برابر پیدا کیا گیا۔ خلیفہ ایک امین ہے جو اللہ تعالی کے حکم کے مطابق سماجی انصاف قائم کرنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ توحید کا تصور امینہ ودود کے نزدیک محض مذہبی عقیدہ نہیں بلکہ ایک سماجی اصول ہے جو کہ عدل وانصاف اور سماجی مساوات کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

وہ کہتی ہے:

> *"The weak position of women in Islamic society is a result of deviation from this fundamental Quranic principle. According to them, if monotheism is understood correctly, there is no room for gender discrimination in the social structure."*[10]
>
> "اسلامی معاشرے میں خواتین کی کمزور حیثیت اس بنیادی قرآنی اصول سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ ان کے نزدیک اگر توحید کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو معاشرتی ڈھانچے میں صنفی امتیاز کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔"

قرآنی آیات کا لسانی اور سیاقی تجزیہ

امینہ ودود آیات کی لغوی ولسانی تشریح کرتے ہوئے عربی زبان کے قواعد اور الفاظ کے مختلف معانی کا جائزہ لیتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ، بعض اوقات قرآن مفہوم کو سمجھانے کے لیے کلیدی اصطلاحات کا استعمال کرتا ہے جن میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص اور مربوط معنی ہوتا ہے۔ اس لیے عربی زبان کی ہر وہ اصطلاح جو صنفی مسائل سے متعلق ہے اس لیے ضروری ہے کہ اسے عربی زبان کے قواعد، نحوی ساخت اور متن کے سیاق وسباق کی بنیاد پر سمجھا جائے تاکہ اس کا معنی بالکل واضح ہو سکے اور مراد درست طریقے سے متعین ہو سکے مثال کے طور پر قرآن بعض اوقات مرد اور عورتوں کا ایک ساتھ ذکر کرتا ہے جیسے "مومن مرد اور مومن عورتیں" یعنی جمع مذکر سالم کے بعد جمع مونث سالم کا صیغہ استعمال کر کے، جب کہ بعض اوقات عمومی انداز اختیار کرتا ہے جیسے "اے ایمان والو" یعنی صرف جمع مذکر سالم کا صیغہ استعمال کر کے، ڈاکٹر امینہ کے مطابق ہر وہ اصطلاح جس میں مذکر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو اس کے حکم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں جب تک کہ قرآن واضح طور پر ذکر نہ کرے کہ حکم صرف مردوں کے لیے مخصوص ہے۔ قرآن کی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کے دوہرے معنی کا باریک بینی سے جائزہ لیا جانا ضروری ہے، کیونکہ الفاظ کا ایک بنیادی معنی ہوتا ہے اور ایک الگ تعلقی معنی(Meaning relational) بھی ہوتا ہے جبکہ اس کا مفہومی معنی(connotative meaning)اس سیاق وسباق سے اخذ ہوتا ہے جس میں یہ الفاظ استعمال کیے

گئے ہیں۔ اگرچہ بعض الفاظ کے بنیادی معنی نزول قرآن سے پہلے بھی عرب معاشرے میں موجود تھے لیکن ان میں سے کچھ الفاظ قرآن میں مخصوص حالات میں استعمال کے تحت جدا اور مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ وہ آیات کے نزولی سیاق اور تاریخی پس منظر کو اہم سمجھتی ہیں تا کہ قرآنی پیغام کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

وہ کہتی ہیں:

> *“The more research I did into the Quran, unfettered by centuries of historical androgenic reading and Arabo-Islamic cultural predilections, the more affirmed I was that in islam a female person intended to be primordially, cosmologically, eschatologically, spiritually, and morally a full human being, equal to all who eccepted Allah as Loard, Muhammed as Prophet, and Islam as din.”* [11]
>
> "میں نے قرآن پر جتنی زیادہ تحقیق کی، صدیوں کی تاریخی اورروجینک پڑھنے اور عرب اسلامی ثقافتی پیشگوئیوں سے بے نیاز، میں نے اتنا ہی زیادہ تصدیق کی کہ اسلام میں ایک خاتون فرد کا ارادہ ابتدائی، کائناتی، اخلاقی، روحانی، اور اخلاقی طور پر تمام انسانوں کے لیے مساوی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل انسان کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اور اسلام بطور دین۔"

کہ اسلام صنفی عدم مساوات پر نایقین رکھتا ہے نہ ہی اس کی تعلیم دیتا ہے یہ مرد مفسرین نے ایسی تفسیریں کی ہیں جو مرد کی برتری اور خواتین کی ماتحتی اور کمتر حیثیت کو جائز قرار دیتی ہیں۔ قاری کے قرآنی بیانات کو ان حالات کے تناظر میں سمجھنا چاہیے جس وقت وہ آیات نازل ہوئیں تا کہ ان کا صحیح مفہوم معلوم ہو سکے تاہم قرآن کا پیغام صرف اس زمانے اور ان مخصوص حالات تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ پیغام ہر دور کے لیے ہے قرآن کی مثالی اخلاقی اقدار کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آیات کے مضامین کو اس طرح پیش کیا جائے کہ ان کے اصل متن کے معنی موجود حالات اور ماحول میں موثر طریقے سے منعکس ہوں اور ان کا اطلاق ممکن ہو۔ مردوں کی کی گئی قرآن کی تفاسیر میں خواتین کے بارے میں بدگمانی پیدا کی گئی ہے جن سے مردوں اور عورتوں کے بارے میں دقیانوسی تصورات کو فروغ ملا۔ اس لیے وہ قرآن کی نسائی تفسیرات کے حق میں ہیں تا کہ قرآنی احکام کو نئے زاویے سے پرکھا جا سکے۔ اگر قرآن میں خواتین کے بارے میں نقطہ نظر کو مکمل طور پر سمجھا جائے تو اسلام خواتین کو با اختیار بنانے کے لیے ایک محرک قوت بن جائے گا۔

مطالعہ قران کا ہر مینو ٹیکل طریقہ

ڈاکٹر امینہ ودود قرآن میں خواتین کی حیثیت اور ان کے حقوق کی وضاحت کے لیے نہ صرف تین بنیادی طریقے بیان کرتی ہیں جن میں روایتی، رد عملی اور مجموعی طریقہ شامل ہے بلکہ وہ قرآن کی متن کی گہرائی، سیاق وسباق، اور صنفی مساوات کے اصولوں پر بھی زور دیتی ہیں ان کا ہر مینو ٹیکل طریقہ قرآن کی آیات کو ایک وسیع تر انسانی اور سماجی تناظر میں سمجھنے کی دعوت دیتا ہے جہاں نہ صرف صنفی انصاف بلکہ متن کے اصل پیغام کی تفہیم بھی شامل ہو یہ نقطہ نظر تفسیری رجحانات کے درمیان ایک متوازن اور جدید فہم پیدا کرنے کی کوشش ہے۔

روایتی تفاسیر:

روایتی تفاسیر قرآن کے مخصوص مقاصد کو مد نظر رکھ کر جیسے گرامر، بلاغت، تاریخ یا قانون سازی کے تحت تفسیر کرتی ہیں ان کے مطابق اس میں ہر مینو ٹیکل اصول موجود نہیں، جس کے تحت قرآن کی ہر آیت کو پورے سیاق وسباق کے ساتھ سمجھا جا سکے تمام روایتی تشریحات چاہے وہ دور جدید کی ہوں یا دور قدیم کی مردوں نے کی ہیں جن میں خواتین کی حیثیت کو یا تو نظر انداز کر دیا گیا ہے یہ انہیں مردوں کی نقطہ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔

رد عملی طریقہ:

اس طریقہ کار میں جدید علماء تنقیدی انداز اختیار کرتے ہیں اور خواتین کی کمزور حیثیت کو اپنے رد عمل کا جواز بناتے ہیں یہ طریقہ کار بھی ناکام ہے کیونکہ علماء قرآن کے متن اور تفسیر کے درمیان تفریق روا نہیں رکھتے۔

مجموعی تشریح:

یہ تیسرا طریقہ کار ہے جو جدید سیاسی، سماجی، اخلاقی، اقتصادی مسائل بشمول خواتین کے مسائل کے مد نظر رکھتا ہے ان کے مطابق یہ سب مناسب طریقہ کار ہے اور ان کا کام اسی طریقہ کار کے زمرے میں آتا ہے۔ ڈاکٹر امینہ کا مطالعہ قرآن کا طریقہ کار ہر مینو ٹیکل ہے اس طریقے کار میں تین اہم نکات شامل ہیں۔

اول: قرآن آیات کے نزول کا سیاق وسباق

دوم: قرآنی آیات کی نحوی ترکیب

سوم: قرآن کا نقطہ نظر اس کا عالمی نظریہ

ان کے کام کا اہم حصہ انفرادی الفاظ یا لفظی گروپوں کے معنی اور ان کے اثرات کا جائزہ لینا ہے کیونکہ ان کے مطابق بعض قرآنی الفاظ کو مترجمین اپنے معیار کے مطابق ترجمہ کرتے ہیں تاکہ خواتین کے بارے میں منفی معنی ظاہر کر سکیں یہ انداز تعصب پر مبنی ہے اور یہ اکثر صرف ایک لفظ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جبکہ قرآن میں اس کے علاوہ دوسرا کوئی لفظ اس بارے میں نہیں ملتا۔ علماء سکالرز کی جانب سے شدید ردعمل سامنے آیا۔

شعائر اسلام کا استہزاء

اسلامی شعائر کی پاسداری مسلمانوں میں اسلام سے محبت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس لیے اسلام دشمن قوتوں کا یہ مؤثر ہتھیار رہا ہے کہ وہ اسلامی شعائر کی تضحیک و تحقیر کے ذریعے مسلمانوں کے دل میں اسلام کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ عورتوں میں پردہ اسلامی شعائر میں سے ایک ہے۔ حجاب نسواں مسلمانوں کا حساس مسئلہ ہے۔ جس پر پابندیوں کی بدولت اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کو مشتعل کر کے ان میں موجود اسلامیت کو تولتی ہیں۔ اسی طرح اسلامی معاشروں میں مساجد کا احترام ، مسلمان معاشروں کے اسلامی تہوار، اسلامی رسم و عادات کی بجا آوری، اسلامی ثقافت اور اسلامی اخلاقی اقدار کا اظہار ہیں۔

تحریک حقوق نسواں سے وابستہ افراد کا رجحان اسلامی اقدار و روایات سے متعلق کچھ بھی ہو لیکن یہ اسلامی شعائر کی تضحیک و تحقیر میں ہمیشہ مسلمان دشمن قوتوں کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں اور اکثر خواتین اپنی اسلام دشمن پالیسیوں کی بدولت اپنی خدمات کے اعتراف میں امریکی ایوارڈ حاصل کر چکی ہیں۔ انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کے نام پر وہ اسلام اور پاکستان کے خلاف منفی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔

اسلامی شعائر کی تضحیک میں عاصمہ جہانگیر اور سید افضل حیدر کا کردار

گزشتہ برسوں میں پاکستان میں حقوق نسواں کی علمبردار عاصمہ جہانگیر کی اسلام مخالف اور وطن دشمن سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ پاکستان میں مغربی یہودی لابی کی تنخواہ اور ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی ہیں کبھی یہ محترمہ کہتی ہیں کہ پاکستان میں عورتوں کو زبردستی پردہ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور پاکستانی خواتین کو اپنی مرضی سے شادی نہیں کرنے دی جاتی۔ عورتوں کی ترقی میں فرسودہ سماجی اقدار آڑے آتی ہیں، جس سے حقوق نسواں اور انسانی حقوق کے سخت پامالی ہوتی ہے۔

ثریابتول علوی لکھتی ہیں:

"مسلم ممالک میں سرگرم حقوق نسواں کی این جی اوز سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا صرف مسلم ممالک میں ہی انہیں عورتوں کے حقوق کی پامالی نظر آتی ہے کیا مقبوضہ کشمیر میں عورتوں پر ہونے والے ظلم و ستم پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، جہاں خواتین کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ کیا فلسطین میں عورتوں پر جاری جبر و تشدد سے انسانی حقوق کمال نہیں ہوتے۔ کیا انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اورامریکہ میں عورتوں پر تشدد کی مثالیں موجود نہیں ہیں۔ کیا ہندوؤں کی ستی کی رسم سے عورتوں کے حقوق متاثر نہیں ہوتے۔ کیا عیسائی راہبوں پر شادی کرنے کی پابندی سے راہبوں کے حقوق متاثر نہیں ہوتے۔ کیا یورپ میں مسلمان عورت کی زچگی کے دوران مرد ڈاکٹر کی ٹیم کی وجہ سے کسی مسلمان عورت کے حقوق کی کوئی پامالی نہیں ہوتی؟ ہر مسلمان عورت ڈیلوری ان مرد ڈاکٹروں سے ہی کروانے پر مجبور ہے کیونکہ وہاں کوئی خصوصی زنانہ انتظام نہیں ہے۔ تھائی لینڈ، فلپائن اور پورے یورپ میں جسم کوشی کرنے والی عورتوں کے حقوق کی کوئی بات کیوں نہیں کرتا۔ کیا یورپ میں بڑے بڑے سٹوروں کے شورومز میں پلاسٹک کی مجسموں کی جگہ زندہ لڑکیوں کو برہنہ کھڑا کرنے سے کسی عورت کے حقوق پامال نہیں ہوتے۔ کہا یہ عورت کی توہین نہیں ہے کہ اسے ایک پروڈکٹ کی طرح شورومز میں سجایا جائے۔ یہ سب دیکھ کر بھی حقوق نسواں کے این جی اوز یورپ میں ان کے خلاف آواز کیوں بلند نہیں کرتیں یہ صرف مسلم ممالک میں مسلمان خواتین پر ظلم و تشدد اور ناانصافی کے موضوع پر بننے والی فلمیں یورپ میں دکھا کر مسلم ممالک پر سپرپاورز کی پابندی کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ اور عالمی سطح پر اسلام کو بدنام کرنے کے ایجنڈا پر کام کرتی ہیں۔ پاکستان میں لگائے جانے والی پابندیاں ابھی ختم نہیں ہوئیں طبقہ حقوق نسواں اور اس کے حواری این جی اوز نے مزید پابندیاں لگوانے کے لیے سازشیں شروع کر دی ہیں۔ "[12]

کچھ این جی اوز اسلامی تعلیمات میں ابہام پیدا کر کے شدومد کے ساتھ سادہ مسلمانوں کو شعائر اسلام سے بدظن کرتے ہیں۔ اور عیسائیت کا پرچار کرتی ہیں۔ ان کا سب سے پہلا اور بنیادی ہدف یہی ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ممالک بالکل پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش میں اسلامی تعلیمات اور روایات کی نفی کرتے ہوئے مغربی افکار و نظریات کو فروغ دیں اور یوں پورے اسلامی معاشرتی ڈھانچے کو مغربی قالب میں ڈھالنے کی سعی کریں۔

> "عاصمہ جہانگیر ان ہی این جی اوز کی سرکردہ ہے جس نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق کے سامنے اپنی رپورٹ میں پاکستان میں اسلام کو متنازع بنا کر پیش کیا۔ یہ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتی ہیں۔ خاندان سے بغاوت، کورٹ میرج، اور گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کی پشت پناہی، میڈیا کے ذریعے ان کی عزتوں کو سرعام اچھالنا اور لڑکے اور لڑکی کے آزادانہ میل ملاپ کی حوصلہ افزائی اور بوقت

> ضرورت ان کو قانونی تحفظ فراہم کرنا ان کے منشور کے اہم جزیات ہیں۔ اکثر و بیشتر پاکستان میں موجود اقلیتوں کے حقوق کے لیے بے چینی کا اظہار کرنا اور قانون تحفظ رسالت کے حساس معاملات کو چھیڑنا انہیں این جی اوز کا کارنامہ ہے۔ یہ مسلم معاشرے میں حقوق نسواں کے دل فریب نعرے کے ساتھ مادر پدر آزاد معاشرے قیام کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ جدید تعلیم و تربیت کی آڑ میں نئی نسل کے اندر اس طرح کا شر اور فساد پیدا کر رہی ہیں کہ وہ اسلام اور والدین سے باغی ہو جو جی میں آئے کرتے پھریں، انہیں روکنا خلاف تہذیب اور ان کے ذاتی حقوق میں مداخلت بے جا متصور ہو۔"[13]

ہمارا مذہبی ذہن ان تنظیموں اور ان جدید عورتوں کو اسلامی افکار کے لیے مہلک قرار دیتا ہے۔ اور قرآنی نصوص کی تعبیرات کا مطالبہ کریں۔

ثریا بتول علوی مزید لکھتی ہیں:

> "عاصمہ جہانگیر جو حقوق انسانی کے نام پر اسلامی تعلیمات، اسلامی سماجی اقدار اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے اور پاکستان کے خاندانی نظام کو تباہ کرنے میں سرگرداں ہے۔ اس کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ اس نے ایک جوڑے کا نکاح خود پڑھایا ہے۔ نکاح ہمارے نبی کی سنت ہے۔ اور نکاح پڑھانا اسلامی معروضات میں شامل ہے۔ بے حد تعجب کا مقام ہے کہ عاصمہ جہانگیر توہین رسالت کے مرتکب بدبخت افراد کے دفاع کو انسانی حقوق کے ایجنڈے کی ترجیح اول سمجھتی ہو۔ اس کی طرف سے کسی مسلمان جوڑے کا نکاح پڑھا۔ نہ صرف مساوات مرد و زن کا اعلامیہ ہی نہیں اسلامی شعائر کے مذاق اڑانے کی کوشش کا اظہار ہے۔"[14]

اسلامی معاشرے میں جب کوئی ایسی حرکت کا ارتکاب کرتا ہے ہمارا میڈیا ایسی خبروں کو اخباروں کی شہ سرخی بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر یہ موضوعات پورے معاشرے میں زبان زد عام ہو جاتے ہیں۔ اگر اکثریت ان کی مذمت کرتی ہے تو بہت سے ایسے بھی ہیں جو اسلام کی اس ہرزہ سرائی کا مزہ لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ مسلمان معاشرے میں انتشار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ آج عورت کی نکاح پڑھانے کو درست کہا جائے گا تو کل کو مرد اور عورت اپنا نکاح خود ہی پڑھ لیا کریں گے اور اسلامی معاشرے نکاح کی بنیاد ہی ختم ہو جائے۔ عاصمہ جہانگیر کی فکر سے متعلق ایک قانون دان سید افضل حیدر نے روزنامہ "جنگ" کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے پہلے ہی اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سید حیدر کے بقول:

> "عورت تو کیا اپنا نکاح دولہا دلہن خود بھی پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ مسلمان اللہ کا نام لے کر خود کو ایک دوسرے پر حلال قرار دے رہے ہیں۔ ان کے بقول پتہ نہیں ہم اپنی زندگی میں مولوی کے کردار کو اتنا ضروری کیوں بنا لیتے ہیں۔"[15]

معلوم نہیں کہ افضل حیدر کے پاس کون سی دلیل ہے اور وہ قرآن و سنت پر مبنی ہے یا نہیں یا اس کے بھی قرآن و سنت پر مبنی ہونے کو پتہ نہیں کیوں مسلمانوں نے اپنے پر لازم کر لیا ہے یا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ، خلفائے راشدین اور مسلمان علماء و فقہاء کے ذہن میں یہ نکتہ کبھی نہ آ سکا (نعوذ باللہ) کہ اللہ کا نام لے کر ایک لڑکا اور ایک لڑکی خود کو ایک دوسرے پر حلال کر سکتے ہیں، مولوی کی ضرورت کا انکار کرتے ہوئے یہ صاحب نکاح خواں اور والدین کی ضرورت کا بھی انکار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح نکاح کے لیے اعلان نکاح اور گواہان کی بھی کوئی ضرورت نہیں، یہی حقوق نسواں کی جدید تشکیل نوع ہے جس کی تعبیر پر یہ طبقہ حقوق نسواں انتہائی دلیر ہے۔ اس کے بعد یہ بھی رائے دی جا سکتی ہے کہ نکاح کے موقع پر نکاح کے الفاظ بولنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں چونکہ اللہ دلوں کے حال سے خوب واقف ہے تو اللہ کو خطبہ نکاح کے الفاظ بول کر کیا بتلایا جائے۔ سید افضل حیدر، کیا پوری اسلامی تاریخ میں کسی ایک واقعہ کی بھی نشاندہی کر سکیں گے جس میں دلہا اور دلہن نے اپنے نکاح خود پڑھ پڑھ لیا ہو۔ اگر نہیں تو پھر اسلامی شریعت کو مذاق بنانے کا حق انہیں کس نے دیا ہے۔ کیا وہ اینگلو سیکسن قانون اور فقہ اسلامی میں اصولی طور پر کوئی فرق نہیں سمجھتے۔

محمد عطاء اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

> "1999ء میں عاصمہ جہانگیر کے بارے میں اخبارات میں ایک خبر سامنے آئی ہے کہ مردانہ ظلم کا شکار ہونے والی عورت (سمیہ) کا جنازہ پڑھانے کا بھی ان کا ذہن تھا جس میں مرد حضرات کی بہت بڑی تعداد ان کی اقتداء میں عین مال روڈ لاہور پر نماز جنازہ ادا کرنے کا بھی پروگرام تھا۔ وہ تو پاکستان کے چند دیدہ و بینا لوگوں نے عین وقت پر اس استہزائے دین پر عوام کے اشتعال انگیز ردعمل سے خوف دلا کر عاصمہ جہانگیر کو اپنے ارادے سے باز رکھا۔ ورنہ اس دن یہ تاریخ ساز واقعہ بھی طبقہ نسواں کی مساوات پسند اسلامی شعائر کی تضحیک کی تاریخ میں ثبت ہو جاتا۔"[16]

عاصمہ جہانگیر خود اپنے بارے میں بتاتی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ مذہبی حوالے سے آپ پر بہت شروع سے تنقید ہو رہی ہے۔ مذہبی علماء کا خیال ہے کہ آپ اسلام کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتیں ہیں تو عاصمہ جہانگیر نے جواب دیا:

> "میں ان لوگوں کے خلاف ہوں جو اپنے آپ کو مذہبی کہہ کر اس معاشرے میں شر پھیلاتے ہیں۔ میں ان کو مذہبی نہیں سمجھتی۔ میں ان کو جھوٹے اور غلیظ ذہنیت کے لوگ سمجھتی ہوں۔"[17]

طبقہ حقوق نسواں در حقیقت اسلامی احکام کی تعبیر نو کے نام پر اسلامی شعائر کی تضحیک میں دلیر ہے۔ کیونکہ یہ مذہب کی معلوم تشریح میں آئمہ و فقہا، علماء دانشوروں کی تنقید و جرح میں انتہائی دلیر ہیں۔ لہذا ان کے نزدیک استہزائے دین کوئی جرم نہیں۔ کیونکہ ان کا ہدف دین کے محافظوں کو جھوٹا ثابت کرنا ہے۔ لہذا دین کی ہر قسم کی تعبیر کا وہ حق رکھتے ہیں کیونکہ تحیر و پریشان خیالی ویسے ہی ان کا انسانی حق ہے۔ اور ان کے دفاع کی ضمانت انہیں مغرب فراہم کرتا ہے۔

امینہ ودود کا عورت کی امامت نماز پر جدیدیت پسندانہ موقف:

سیاہ فام امریکی نژاد ڈاکٹر امینہ ودود پاکستان میں تو زیادہ متعارف نہیں لیکن اسلام اور خواتین کے بارے میں اپنے منحرف کردار کی بنا پر عالمی میڈیا میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اسلامیات کی پروفیسر ہونے کے ناطے وہ اسلام کی خدمت کی دعویدار ہے لیکن وہ اسلام کے بارے میں آئے روز نئے تصورات پیش کرتی رہتی ہیں۔

اسلام میں ہمیشہ مردوں کی قیادت ہوتی ہے۔ نماز کی امامت کرنے والا بھی مرد ہی ہوتا ہے۔ دین کے استہزاء کا ایک اور ثبوت 18 مارچ 2025ء کو نیویارک کے ایک چرچ میں ڈاکٹر امینہ ودود نے نماز جمعہ میں ایک مخلوط جماعت کی نماز میں امامت کر کے اسلام کے ای ک اصول کو توڑا ہے۔ انہوں نے 60 خواتین اور 40 مردوں پر مشتمل جماعت کی امامت کروائی۔ اور نماز سے پہلے خطبہ بھی دیا۔ پینٹ شرٹ پہنے ایک لڑکی (سہیلہ) نے اذان دی۔ اور حقوق نسواں کے علمبردار اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی کی داعی امینہ ودود نے امامت اور خطابت کی۔ نماز بھی انگریزی زبان میں پڑھائی گئی۔ جبکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں عورتوں کے علاوہ مرد بھی شامل تھے مرد اور عورتوں کے مخلوط صف بندی کرائی گئی۔[18]

گویا نماز کے لیے کھڑی کی جانے والی یہ صفیں عورتوں اور مردوں کو شانہ بشانہ کھڑے کرنے کی حقیقی منظر کشی کر رہی تھیں۔ تصاویر کے مطابق خواتین شرم و حیا سے عاری چست لباس پہنے ہوئے تھیں۔ نماز میں خواتین کے لیے سر ڈھانپنا فرض ہے لیکن ننگے سر پڑھی جانے والی یہ نماز تو رب کریم کے احکامات کے کھلے استہزاء کا منظر پیش کر رہی تھی۔ اسلام خواتین کو مردوں کی موجودگی میں حجاب اور چہرہ ڈھانپنے کے تلقین کرتا ہے لیکن اس کی پابندی بھی نا مقتدیوں نے کی اور نا ہی امامہ صاحبہ نے۔

دوران خطبہ ڈاکٹر امینہ نے قران کریم کی تفسیر کو اپنے پاؤں میں رکھا ہوا تھا۔ بظاہر نماز ایک ایسی عبادت کی ادائیگی پر اپنی تفصیلات کے اعتبار سے سرت پا اسلامی احکامات سے انحراف اور ان کا مذاق اڑانے کے لیے مخصوص تھی۔ ڈاکٹر امینہ خواتین کے مساوی حقوق کی قائل تھیں تو ان کا خیال تھا کہ ان کا یہ اقدام امریکی مسلم کمیونٹی میں اسلام میں مساوات کے نظریے کو مزید اجاگر کرے گا۔

According to Amina Wadud:

> *"women should have the same right to lead prayers as men. According to them, there is no verse in the Quran that proves that only men should lead prayers."*[19]
>
> "خواتین کو بھی مردوں کی طرح نماز کی امامت کا حق ہونا چاہیے۔ ان کے مطابق قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جس سے ثابت ہو کہ نماز کی امامت کرنے والا صرف مرد ہونا چاہیے۔ وہ ایک حدیث کا حوالہ دیتی ہیں جس میں مزکور رہے کہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نماز کی امامت کی تھی۔ وہ اس واقعے کو خواتین کے لیے نماز کی امامت کا جواز سمجھتی ہیں۔"

امینہ ودود نے جب سے مخلوط جماعت کی نماز میں امامت کی اس کے بعد دنیا بھر میں خواتین اماموں کا آغاز ہوا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے اس اقدام نے اسلامی دنیا پر کتنا اثر ڈالا۔ جمعہ کے خطبہ کے آغاز میں امینہ ودود نے کہا:

> "اس طرح کے اجتمات کے ذریعے ہم (خواتین) اسلام میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی طرف پیش قدمی کریں گی۔ کیونکہ امامت، اسلامی عبادت کا اہم منصب ہے۔ ہم محراب و ممبر کو مردوں کے قبضے سے چھڑا کر اسلام کی خدمت کریں گے۔"[20]

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ طبقہ حقوق نسواں کو اسلام کے دشمنوں کی حمایت حاصل ہے۔ اسے نماز جمعہ کی خطابت کے لیے مسلمانوں نے انہیں مساجد کا رخ نہیں کرنے دیا۔ شرکت کے متمنی مرد وزن کی پہلی رجسٹریشن کی گئی۔ مساجد میں جگہ نہ ملنے کے باعث نیویارک میں واقع چرچ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جمعہ جیسے اسلامی شعائر کے کی ہرزہ سرائی اور امامت جیسے نبوی منصب کی توہین پر مبنی اس پروگرام پر امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ تھا۔ اس لیے یہ ڈرامہ نیویارک پولیس کے پہرے میں ہوا۔

اسلامی احکامات کی تضحیک میں اسرا نعمانی کا کردار

اسرا نعمانی ایک بھارتی نژاد ہیں۔ جس کے والدین امریکہ میں اقامت اختیار کر چکے ہیں۔ اسرا نعمانی بھی امینہ ودود کی طرح یورپ میں پانچ سالوں سے اس نوعیت کے کئی واقعات کی قیادت کر چکی ہیں۔ ویسٹ ورجینیا میں چند سال قبل وہ ایک مسجد میں

اپنے جیسی کئی خواتین لے کر گھس گئیں اور مردوں کے شانہ بشانہ نماز پڑھنے کی کوشش کی۔ انتظامیہ کے روکنے پر اس نے امریکی عدالت سے رجوع کیا اور امریکی عدالت نے اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو اجازت عطا کر دیا۔

اسرا نعمانی نہ صرف خود مسلمان کہلاتی ہیں بلکہ اس نسبت کی طرف اشارہ کرتی کہ جن کے پاس مسلمانوں کی قیادت و سیاست رہی ہے۔ وہ ایک ناجائز بچے کی ماں ہونے پر شرمندہ نہیں۔ وہ اپنے عمل کی اصلاح کے بجائے اسلامی نظریات کی اصلاح کے عزم کا اظہار کرتی ہے۔ ان خواتین نے سماجی آداب کے حوالے سے مسلمانوں کا ایک نئی الجھن میں ڈال رکھا ہے۔

خود کو مسلمان ظاہر کرنے والی عورت اسرا نعمانی کے اسلامی احکامات کی پیروی کا یہ عالم ہے کہ وہ برملا کہتی ہے:

> "ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ گلے ملنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ اجنبی مرد و زن کا ملنا ایسا ہی ہے جیسے اس کا بھائی اسے گلے ملتا ہے۔ اس کے مطابق رسول ﷺ اسلامی دنیا کے سب سے پہلے فیمینسٹ ہیں۔"[21]

خطبہ جمعہ اور امامت کرانے کے واقعے کے بعد اس نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا:

> "ہم اسلام کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر لیں گے اور اس خواب کو حقیقت میں بدل دیں گے۔ ہم امریکہ میں "**جهاد فى تجديد الروح الاسلامى**" اسلامی روح کے احیاء کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ہم اسلام کو بدل نہیں رہے ہیں۔ ہم صرف قرآن پر مبنی زاویہ نگاہ رسول ﷺ سے منسلک روایات اور مسلمانوں کے اجتہاد کو چیلنج کر رہے ہیں۔"[22]

اسرا نعمانی دو کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ اس کی پہلی کتاب کا نام "عورت اور اسلام" ہے۔ اس کی دوسری کتاب "جنس پرستی" کے بارے میں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد و عورت بے لباس رہیں تو جنسی تفریق مٹ جاتی ہے۔ اور ہندوستان میں جوگیوں اور سادھوؤں کی تربیت میں اس مفروضہ کی پریکٹس بھی کرتی رہی ہیں۔ بقول ان کے:

> "وہ ایک ناجائز بچے کی ماں ہے۔ جس کا نام اس نے اپنے نانا کے نام پر شبلی رکھا ہے۔ اپنے بیٹے کو گود میں اٹھائے پھرتی ہے اور فخر اعلانیہ اپنے فعل کو بھی اسلام کے آزادی قرار دیتی ہیں۔"[23]

مارچ 2005 کے اخبارات اور میڈیا نے اس واقعہ کو اسلام دشمنی کے حوالے سے ذکر کیا اور اسلام کے خلاف سازش قرار دیا۔ اور لکھا: "اسرا نعمانی امریکی شہری اور طلاق یافتہ ہے۔ وہ دو بیسٹ سیلر کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ اسرا نعمانی مورگن ٹاؤن اور ورجینیا میں مقیم مسلمانوں کے نزدیک اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ ایک تو وہ مسلمان عورتوں کے حقوق کی متشدد حامی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس نے طلاق کے چند سالوں بعد ایک بیٹے کو بغیر نکاح کے جنم دیا۔ اسرا نعمانی نے ڈاکٹر امینہ ودود کے ساتھ مل کر مسجدوں میں مردوں کے برابر حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ جس سے مقام مسلمانوں میں بہت شدید رنج اور

ناراضگی کی لہر دوڑ گئی۔ نماز جمعہ کی امامت کرانے میں اسرا نعمانی اور ڈاکٹر امینہ نے مل جل کر جدوجہد کی ہے۔ امریکی قوانین انہیں اس سمت میں آگے بڑھنے میں بھرپور مدد فراہم کر رہے ہیں۔ اس چرچ کہ جہاں یہ نماز ادا کی گئی چاروں طرف امریکی پولیس پہرے دار بن کر کھڑی رہی۔"[24]

اس واقعہ سے وہ تکون سامنے آجاتی ہے جو اس سازش کی روح رواں ہے اور وہ ہے اسرا نعمانی، اور دوسری خود ڈاکٹر امینہ ودود (امامہ اور خطیبہ) تیسری امریکی حکومت۔ امینہ ودود کا خود اس واقعے کے بارے میں بیان ملاحظہ فرمائیں جو اس نے جمعہ کے خطبے میں دیا۔ اس نے کہا:

> "قرآن نے عورت اور مرد کو برابر کے حقوق عطا فرمائے ہیں۔ لیکن مسلمان مردوں نے اسلامی تعلیمات کا چہرہ مسخ کر رکھا ہے اور عورت کو اس کے حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ یہ مرد عورت کو محض جنسی تفریح سمجھتے ہیں۔"[25]

امامت کے اس واقعے کا پس منظر صرف مساوات مرد و زن نہیں، اس کا پس منظر خالصتاً سیاسی ہے جو عالمی سطح پر جاری اس بحث سے ملتا ہے جس میں تہذیبی میدان میں عورت کی کردار کو بڑھانے کی کوشش کئی سالوں سے جاری ہے۔ اس طرح کے واقعات میں کئی طرح سے اسلامی احکامات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اسے محض عورت کی امامت کا مسئلہ قرار دینا مناسب نہیں۔ جہاں تک عورتوں کے مردوں کے ساتھ صف بندی کا تعلق ہے یا ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے یا عورتوں کا چست لباس پہننا اور بے حجابی اختیار کرنا یا گرجا گھر میں مجسموں کی موجودگی میں نماز ادا کرنا اور عربی کے بجائے انگریزی زبان میں نماز پڑھنا تو ان امور کے ناجائز ہونے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ باتیں اسلام کی مسلمات سے انحراف ہی ہیں۔ اس کے بعد اس کو ایک جزوی فقہی مسئلہ بنانا یا اس میں مسلمانوں کے داخلی اختلافات کی جستجو کر کے اسے پیش کرنا اسلام کی کون سی خدمت ہے؟ ان باتوں کو عالمی میڈیا پر لانے اور انہیں زیر بحث لانے کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ اسلامی تعلیمات کو بدنام کیا جائے اور اسلامی شعائر جمعہ یا جماعت کا تمسخر اڑایا جائے۔ یہ کوئی فقہی اختلافی مسئلہ نہیں کہ جس میں مسلمانوں کی اختلافی آراء ڈھونڈ کر کوئی گنجائش نکل سکتی ہو، بلکہ اس طرح کے واقعات اپنی مجموعی صورتحال کے لحاظ سے اسلام کا استہزاء اور اسے بدنام کرنے کی کوششیں ہیں۔ ایسی کوششوں نے مسلمان معاشروں کو نفسیات کو متاثر کر کے ان کے لیے تنقید کے در کھولے ہیں۔ اہل علم لکھتے ہیں:

> "یہ نماز اللہ کے ہاں مقبول یا نامقبول بنانے کے لیے پڑھی ہی نہیں گئی۔ بلکہ اس کا مقصد تو حیا اور پردے کے سنہری احکامات کا مذاق اڑانا تھا اور وہ حاصل ہو گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امینہ ودود نے امامت اس لیے کرائی کہ وہ ایک نماز کے بجائے ستائیس نمازوں کی اجر کی طالب ہے؟ (کیونکہ باجماعت نماز کا

> ثواب انفرادی نماز سے 27 گنا زیادہ ہے) یا اسرا نعمانی نے اس امامت کی نماز کے علاوہ بھی کوئی اور نماز بھی کبھی پڑھی ہے۔ یا وہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرتی ہیں یا اس امامت کے علاوہ اسلام کی کوئی اور اطاعت بھی کبھی کی ہے یا اس کا کوئی حکم عملاً مانا ہے؟"[26]

اسرا نعمانی خود ان واقعات کے محرکات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مقاصد بیان کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں:

> "میں تو مسجد میں عورت کو اس کے حقوق دلوانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ میری یہ جدوجہد محض سامنے کے دروازے میں داخل ہونے کے لیے نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ بڑے مقاصد کے لیے ہے۔"[27]

اسرا نعمانی نے امامت کے واقعہ پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا: "یہ ایک خوبصورت عمل تھا۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ اس واقعے کے بعد ذاتی طور پر میں نے یہ محسوس کیا کہ نہایت بلندی پر لے جانے والا وقت تھا۔ مجھے اپنے عقیدے کے بارے میں ایسی ہی جذباتی کیفیت کا ادراک ہوا جیسے میں یہ محسوس کروں کہ میری عمر دس برس ہے۔ اور میں نے کبھی اس بات کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ یہ اس قدر آزادی بخشنے والا عمل ثابت ہو گا یا اس سے ہماری جدوجہد کو اتنا بھرپور اظہار ہو گا۔ اس تجربے کے بعد اب میں کبھی مسجد میں عورتوں کے لیے مخصوص جگہ پر نہیں جا سکتی۔"[28]

آج کل اسرا نعمانی مسیح اور یہودی عورتوں کے ساتھ بین المذاہب مکالمے کے امکانات پر غور کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ ہمارے ہاں ہمیشہ سے ایسے لوگ رہے ہیں جو اسلام کی مقدس تعلیمات کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے خود اسلام سے سند جواز مہیا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک علم و تحقیق کی معراج ہی یہ ہے کہ دوسروں کے اعتراضات کو جائز ثابت کرنے کے لیے اپنے ہاں سے بھی شاذ و نادر باتیں ڈھونڈ کر ان کی تائید میں پیش کر دی جائیں۔

محمد عطاء اللہ صدیقی لکھتے ہیں: "ذرائع ابلاغ میں اسلام دشمنوں کی یہ پالیسی واضح طور پر آچکی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے دیندار طبقے کے بالمقابل آزاد فکر و دانشوروں کی ہر ذریعے سے مدد کی جائے اور خود سامنے آنے کے بجائے مسلمانوں کے مقابلے میں بظاہر انہی جیسے آزاد خیال مسلمانوں کو لایا جائے۔ یہ بات بھی ان کی پالیسیوں سے واضح ہے کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں بڑھ چڑھ کر اسلامی نظریات پر شبہات و اعتراضات پیش کیے جائیں۔"[29]

عالمی میڈیا اس قسم کی بحثوں میں غیر معمولی دلچسپی رکھتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں اس امر سے کیا دلچسپی ہے کہ فقہ اسلامی میں کیا جائز ہے اور کیا حرام ہے؟ ان کی دلچسپی کے واحد وجہ اسلام کی بطور دین ہزیمت کرانا اور لبرل اور سیکولر طبقے کا دین کے اہم شعارات کا مذاق اڑانا ہے۔ اس لیے اسلامی فکر اسے فقہی اختلاف کے بجائے اسلام دشمنی کے تناظر میں دیکھتی ہے۔

خلاصہ کلام

جدید افکار و نظریات کی تعبیر نو جیسی مذہب کش تحریکوں کو رواداری، مساوات، روشن خیالی اور نئے دور کے تقاضوں جیسے نعروں کے ذریعے فروغ دیا جارہا ہے۔ عقل کی بنیاد پر مذہبی عقائد کی سائنسی ضابطوں کے تحت تشریح جدید کی جاتی ہے۔ جہاں ایسا ممکن نہیں وہاں تاویلی طریقے کے نام سے پر فتن خیالات کو مذہبی لبادے میں عام مسلمان عورتوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ امینہ ودود نے قرآن کی تشریح و تعبیر میں ایک منفرد نسائی منہج اختیار کیا ہے جس کی بنیاد صنفی مساوات اور توحید کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ ان کے نزدیک توحید محض خدا کی واحدانیت کا عقیدہ نہیں بلکہ انسانی برابری کا بنیادی اصول بھی ہے۔ ان کا استدلال ہے کہ قرآن نے صنفی مساوات کا پیغام دیا ہے۔ اس میں عورت اور مرد کے درمیان کسی قسم کی تفریق کو مذہبی جواز حاصل نہیں۔ وہ قرآن کی آیات کو اس کے متن اور سیاق وسباق کی روشنی میں سمجھنے پر زور دیتی ہے، تاکہ صنفی امتیاز کے بجائے مساوات کو فروغ دیا جاسکے۔ ان کا کہنا ہے کہ مفسرین نے آیات کو ایک مردانہ تناظر میں پیش کیا ہے، جس سے عورتوں کے حقوق متاثر ہوئے ہیں۔ ان کی نظر میں قرآن کی تفہیم کے لیے عقلی اور اخلاقی بنیادوں کو بھی اہمیت دینی چاہیے تاکہ اس کے پیغام کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔ امینہ نے کئی متنازعہ موضوعات پر اپنی آراء پیش کی جس میں عورت کی نماز میں امامت اور حجاب جیسے مسائل شامل ہیں وہ عورت کی امامت کو جائز قرار دیتی ہیں۔ اس کے لیے قرآنی آیات کی ایسی تشریح پیش کرتی ہیں جو صنفی برابری کے اصول پر مبنی ہو۔ اور اس طرح ان کے مطابق قران ایک زندہ دستاویز ہے جو ہر دور میں اپنی معنویت کو برقرار رکھتا ہے۔

نتائج

* مذہبی احکام سے متعلق نسائی فکر کے جدید افکار و نظریات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔
* مذہبی احکام کے مسائل سے متعلق اسلامی تعلیمات میں مکمل حل موجود ہے۔
* عصر حاضر میں جدید فکری ذہن رکھنے والی خواتین اسلامی تعلیمات کو جدیدیوں سے ہم آہنگ کرنے میں مصروف عمل ہیں۔

تجاویز و سفارشات

* جدید دور کے نسائی منہج کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے روایتی اور جدید تفاسیر کا تقابل کرنا چاہیے، اس سے نا صرف ان کے نظریات کی منفرد حیثیت واضح ہوگی بلکہ روایتی تفسیری رجحانات میں موجود صنفی پہلو بھی عیاں ہوں گے۔
* عصر حاضر میں دنیا بھر میں حقوق نسواں کے حوالے سے خواتین میں شعور بیدار ہوا ہے، کوشش کرنی چاہیے کہ مسلم خواتین میں اس شعور کو مثبت رخ دے کر معاشرے کے لیے مفید بنایا جائے۔

*خواتین کے مسائل کے حل کے لیے معاشرے کی ذمہ داریاں ہمارے علماء اور دیگر اہل علم کے خطابات کا موضوع ہونے چاہیے

* برقی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے دین کی غلط تشریحات کی اشاعت کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ قرآن اور دینی تعلیمات کے جامع نصاب ابتدائی سے اعلیٰ تعلیمی مدارج تک شامل کیے جائیں تاکہ ہر درآمدی فکر کے پیچھے بھاگنے کے بجائے نوجوان مردوں خواتین اپنی تہذیب وثقافت پر فخر کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] Madanī, Ḥasan. “Imāmat-e-Zan kā Wāqi‘a kā Pas-e-Manzar.” *Al-Muḥaddith: Mahnama* 37, no. 5 (n.p.: Majlis Taḥqīq Islāmī, n.d.).

[2] Madani, Hasan. “Imamat-e-Zan ka Waqia ka Pas-e-Manzar.” *Al-Muhaddith: Mahnama*, Majlis Tahqiq Islami, vol. 37, no. 5.

[3] *Pakistan Times*, Lahore, December 8, 1949.

[4] Jawad, Haifa. *Muslim Teḥrīk-e-Niswān*. Translated by Khurshīd Aḥmad Nadīm. In *Mu‘āṣir Islāmī Fikr* (Islamabad: Idāra Barāye Ta‘līm-o-Taḥqīq, 2000), 8.

Haifa Jawad, *Muslim Tehreek-e-Niswan*, tarjuma: Khurshid Ahmad Nadeem, *Maasir Islami Fikr*, Idara Baraye Taleem-o-Tahqiq, Islamabad, 2000, p.8.

[5] My-Muslim.com, Kuala Lumpur, Malaysia, 2001.

[6] Internet source: awadud@saturn.vcu.edu

[7] Wadud, Amina. *Qur’an and Woman* (New York: Oxford University Press, 1999), 55.

[8] Wadud, *Qur’an and Woman*, 55.

[9] Islāhī, Amīn Aḥsan. *Pākistānī ‘Aurat Daurāhe par* (Lahore: Civil and Military Gazette, 1949), 31.

[10] Wadud, *Qur’an and Woman*, 20–29.

[11] Wadud, *Qur’an and Woman*, 9–10.

[12] Alvī, Surayya Batūl. *NGOs aur Qaumī Salāmatī ke Taqāḍe*. Edited by Mūsā Khān Jalālzaī (Lahore: Ferozsons Pvt. Ltd., 2000), 108.

[13] Nadīm, Mrs. Tanvīr. *NGOs aur un kī Sargarmiyān (Ḥuqūq-e-Insānī kī Āṛ mein)*. Compiled by Muḥammad Matīn Khālid (n.p.: n.p., n.d.), 224–25.

[14] Alvī, *NGOs aur Qaumī Salāmatī ke Taqāḍe*, 108.

[15] *Daily Jang*, April 9, 1999.

[16] Ṣiddīqī, Muḥammad ‘Aṭā’ullāh. *Al-Muḥaddith* (Monthly) 57, no. 31 (May 1999).

[17] Jahāngīr, ‘Āṣima. “Interview: Islāmī Tahdhīb bi-Muqābil Maghribī Tahdhīb – Ḥarīf yā Ḥalīf.” Compiled and edited by Afḍal Raiḥān (n.p.: n.p., n.d.), 257.

[18] “Woman Leads Mixed-Gender Prayer.” *Boston.com*, March 19, 2005. http://www.boston.com/News/National/Articles/2005/03/19/woman-leads-mix-gender.

[19] Wadud, Amina. *Inside the Gender Jihad: Women's Reform in Islam* (Oxford: Oneworld Publications, 2006), 15.

[20] Wadud, *Inside the Gender Jihad*, 16.

[21] Nomani, Asra. *Standing Alone in Mecca* (New York: HarperSanFrancisco, 2005), 280.

[22] Nomani, *Standing Alone in Mecca*, 281.

[23] Nomani, *Standing Alone in Mecca*, 9.

[24] *Zindagī* (Weekly Magazine), *Pakistan*, March 27, 2005, 3.

[25] http//www.boston .com/News/ National/ Articles/2005/03/19/ woman – leads- mix-gender

[26] *Insāf* (Daily), May 16, 2005.

[27] Nomani, *Standing Alone in Mecca*, 283.

[28] Nomani, *Standing Alone in Mecca*, 293.

[29] Ṣiddīqī, 'Aṭā'ullāh. "Roshan Khayālī ke Amrīkī Sar Chashme." *Al-Muḥaddith* (Monthly) 37, no. 21 (January 2005).